QuranUrdu.com

تفہیم القرآن

القمر

(۵۴)

QuranUrdu.com

القمر

نام

پہلی ہی آیت کے فقرے وَ انۡشَقَّ الۡقَمَرُ سے ماخوذ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ سورت جس میں لفظ ’’القمر‘‘ آیا ہے۔

زمانۂ نُزُول

اِس میں شقِّ القمر کے واقعے کا ذکر آیا ہے جس سے اِس کا زمانۂ نُزول متعیّن ہو جاتا ہے۔ محدّثین ومفسّرین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ واقعہ ہجرت سے تقریباً پانچ سال پہلے مکّۂ معظّمہ میں مِنٰی کے مقام پر پیش آیا تھا۔

موضوع اور مضمون

اِس میں کفارِ مکّہ کو اُس ہٹ دھرمی پر مُتَنَبِّہ کیا گیا ہے جو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کے مقابلے میں اختیار کر رکھی تھی۔ شق القمر کا حیرت انگیز واقعہ اِس بات کا صریح نشان تھا کہ وہ قیامت جس کے آنے کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دے رہے تھے، فی الواقع برپا ہو سکتی ہے، اور اُس کی آمد کا وقت قریب آ لگا ہے۔ چاند جیسا عظیم الشان کُرہ اُن کی آنکھوں کے سامنے پھٹا تھا۔ اس کے دونوں ٹکڑے الگ ہو کر ایک دوسرے سے اتنی دُور چلے گئے تھے کہ دیکھنے والوں کو ایک ٹکڑا پہاڑ کے ایک طرف اور دوسرا ٹکڑا دوسری طرف نظر آیا تھا۔ پھر آن کی آن میں وہ دونوں پھر مل گئے تھے۔ یہ اس بات کا کُھلا ثبوت تھا کہ نظامِ عالم اَزَلی و اَبَدی اور غیر فانی نہیں ہے۔ وہ دَرہم بَرہم ہو سکتا ہے۔ بڑے بڑے ستارے اور سیّارے پھٹ سکتے ہیں، بکھر سکتے ہیں، ایک دوسرے سے ٹکرا سکتے ہیں، اور وہ سب کچھ ہو سکتا ہے جس کا نقشہ قیامت کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے قرآن میں کھینچا گیا ہے۔ یہی نہیں، بلکہ یہ اِس امر کا پتا بھی دے رہا تھا کہ نظامِ عالَم کے درہم برہم ہونے کا آغاز ہو گیا ہے اور وہ وقت قریب ہے جب قیامت برپا ہو گی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی حیثیت سے لوگوں کو اس واقعے کی طرف توجہ دلائی اور فرمایا: ’’دیکھو اور گواہ رہو‘‘ مگر کفّار نے اسے جادُو کا کرشمہ قرار دیا اور اپنے انکار پر جمے رہے۔ اسی ہٹ دھرمی پر اِس سورہ میں اُنھیں ملامت کی گئی ہے۔

کلام کا آغاز کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ یہ لوگ نہ سمجھانے سے مانتے ہیں، نہ تاریخ سے عبرت حاصل کرتے ہیں، نہ آنکھوں سے صریح نشانیاں دیکھ کر ایمان لاتے ہیں۔ اب یہ اُسی وقت مانیں گے جب قیامت فی الواقع برپا ہو جائے گی اور قبروں سے نکل کر یہ داوَرِ محشر کی طرف دوڑے جا رہے ہوں گے۔

QuranUrdu.com

اس کے بعد اُن کے سامنے قومِ نوح ، عاد، ثمود، قومِ لُوط اور آلِ فرعون کا حال مختصر الفاظ میں بیان کر کے بتایا گیا ہے کہ خدا کے بھیجے ہوئے رسولوں کی تنبیہات کو جھٹلا کر یہ قومیں کس درد ناک عذاب سے دوچار ہوئیں، اور ایک ایک قوم کا قصّہ بیان کرنے کے بعد بار بار یہ بات دُہرائی گئی ہے کہ یہ قرآن نصیحت کا آسان ذریعہ ہے، جس سے اگر کوئی قوم سبق لے کر راہِ راست پر آ جائے تو اُن عذابوں کی نوبت نہیں آ سکتی جو اِن قوموں پر نازل ہوئے۔ اب آخر یہ کیا حماقت ہے کہ اس آسان ذریعے سے نصیحت قبول کرنے کے بجائے کوئی اِسی پر اصرار کرے کہ عذاب دیکھے بغیر نہ مانے گا۔

اِس طرح پچھلی قوموں کی تاریخ سے عبرت ناک مثالیں دینے کے بعد کفّارِ مکّہ کو خطاب کر کے فرمایا گیا ہے کہ جس طرزِ عمل پر دوسری قومیں سزا پا چکی ہیں، وہی طرزِ عمل اگر تم اختیار کرو تو آخر تم کیوں نہ سزا پاؤ گے؟ کیا تمھارے کچھ سُرخاب کے پَر لگے ہوئے ہیں کہ تمھارے ساتھ دوسروں سے مختلف معاملہ کیا جائے؟ یا کوئی خاص معافی نامہ تمھارے پاس لکھا ہوا آ گیا ہے کہ جس جُرم پر دوسرے پکڑے گئے ہیں، وہی تم کرو گے تو تمھیں نہ پکڑا جائے گا؟ اور اگر تم اپنی جمعیّت پر پُھولے ہوئے ہو تو عنقریب تمھاری یہ جمعیّت شکست کھا کر بھاگتی نظر آئے گی، اور اس سے زیادہ سخت معاملہ تمھارے ساتھ قیامت کے روز ہو گا۔

آخر میں کفار کو بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو قیامت لانے کے لیے کسی بڑی تیاری کی حاجت نہیں ہے۔ اُس کا بس ایک حکم ہوتے ہی پلک جھپکاتے وہ برپا ہو جائے گی۔ مگر ہر چیز کی طرح نظامِ عالَم اور نوعِ انسانی کی بھی ایک تقدیر ہے۔ اِس تقدیر کے لحاظ سے جو وقت اِس کام کے لیے مقرر ہے، اُسی وقت پر وہ ہو گا۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ جب کوئی چیلنج کرے، اُس کو قائل کرنے کے لیے قیامت لا کھڑی کی جائے۔ اُس کو آتے نہ دیکھ کر تم سرکشی اختیار کرو گے تو اپنی شامتِ اعمال کا نتیجہ بھگتو گے۔ تمھارا کچّا چٹھّا خدا کے ہاں تیار ہو رہا ہے، جس میں تمھاری کوئی چھوٹی یا بڑی حرکت ثبت ہونے سے رہ نہیں گئی ہے۔

QuranUrdu.com

۵۵ آیاتہا

سُوْرَۃُ الْقَمَرِ مَكِّيَّةٌ

۳ رکوعاتہا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَ انْشَقَّ الْقَمَرُ ۝١ وَ اِنْ يَّرَوْا اٰيَةً

قیامت کی گھڑی قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا۔¹ مگر ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ خواہ کوئی نشانی دیکھ لیں

۱ – یعنی چاند کا پھٹ جانا اِس بات کی علامت ہے کہ وہ قیامت کی گھڑی، جس کے آنے کی تم لوگوں کو خبر دی جاتی رہی ہے، قریب آ لگی ہے اور نظامِ عالَم کے درہم برہم ہونے کا آغاز ہو گیا ہے۔ نیز یہ واقعہ کہ چاند جیسا ایک عظیم کُرہ شق ہو کر دو ٹکڑے ہو گیا، اس امر کا کُھلا ثبوت ہے کہ جس قیامت کا تم سے ذکر کیا جا رہا ہے، وہ برپا ہو سکتی ہے۔ ظاہر ہے کہ جب چاند پھٹ سکتا ہے تو زمین بھی پھٹ سکتی ہے، تاروں اور سیّاروں کے مدار بھی بدل سکتے ہیں، اور اَفلاک کا یہ سارا نظام درہم برہم ہو سکتا ہے۔ اس میں کوئی چیز اَزلی و اَبدی اور دائم و مستقل نہیں ہے کہ قیامت برپا نہ ہو سکے۔

بعض لوگوں نے اس فقرے کا مطلب یہ لیا ہے کہ "چاند پھٹ جائے گا"۔ لیکن عربی زبان کے لحاظ سے چاہے یہ مطلب لینا ممکن ہو، عبارت کا سیاق و سباق اس معنیٰ کو قبول کرنے سے صاف انکار کرتا ہے۔ اوّل تو یہ مطلب لینے سے پہلا فقرہ ہی بے معنیٰ ہو جاتا ہے۔ چاند اگر اس کلام کے نُزول کے وقت پھٹا نہیں تھا، بلکہ وہ آیندہ کبھی پھٹنے والا ہے، تو اُس کی بنا پر یہ کہنا بالکل مُہمَل بات ہے کہ قیامت کی گھڑی قریب آ گئی ہے۔ آخر مستقبل میں پیش آنے والا کوئی واقعہ اُس کے قُرب کی علامت کیسے قرار پا سکتا ہے کہ اسے شہادت کے طور پر پیش کرنا ایک معقول طرزِ اِستِدلال ہو۔ دوسرے، یہ مطلب لینے کے بعد جب ہم آگے کی عبارت پڑھتے ہیں تو محسوس ہوتا ہے کہ وہ اِس کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں رکھتی۔ آگے کی عبارت صاف بتا رہی ہے کہ لوگوں نے اُس وقت کوئی نشانی دیکھی تھی جو امکانِ قیامت کی صریح علامت تھی، مگر انھوں نے اسے جادُو کا کرشمہ قرار دے کر جُھٹلا دیا، اور اپنے اِس خیال پر جمے رہے کہ قیامت کا آنا ممکن نہیں ہے۔ اِس سیاق و سباق میں اِنْشَقَّ الْقَمَرُ کے الفاظ اُسی صورت میں ٹھیک بیٹھ سکتے ہیں جب کہ ان کا مطلب "چاند پھٹ گیا" ہو۔ "پھٹ جائے گا" کے معنیٰ میں ان کو لے لیا جائے تو بعد کی ساری بات بے جوڑ ہو جاتی ہے۔ سلسلۂ کلام میں اس فقرے کو رکھ کر دیکھ لیجیے، آپ کو خود محسوس ہو جائے گا کہ اس کی وجہ سے ساری عبارت بے معنیٰ ہو گئی ہے:

"قیامت کی گھڑی قریب آ گئی اور چاند پھٹ جائے گا۔ اِن لوگوں کا حال یہ ہے کہ خواہ کوئی نشانی دیکھ لیں، مُنہ موڑ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو چلتا ہوا جادُو ہے۔ اِنھوں نے جُھٹلا دیا اور اپنی خواہشاتِ

QuranUrdu.com

نفس کی پیروی کی۔“

پس حقیقت یہ ہے کہ شقّ القمر کا واقعہ قرآن کے صریح الفاظ سے ثابت ہے اور حدیث کی رِوایات پر اُس کا انحصار نہیں ہے۔ البتہ رِوایات سے اس کی تفصیلات معلوم ہوتی ہیں اور پتا چلتا ہے کہ یہ کب اور کیسے پیش آیا تھا۔ یہ رِوایات بخاری، مسلم، ترْمِذِی، احمد، ابوعُوانہ، ابوداؤد طَیالِسی، عبدالرزّاق، ابنِ جَریر، بَیْہَقی، طَبَرانی، ابنِ مَرْدُوْیَہ اور ابونُعَیم اَصفہانی نے بکثرت سندوں کے ساتھ حضرت علیؓ، حضرت عبداللہؓ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت حُذَیفہؓ، حضرت اَنَسؓ بن مالک اور حضرت جُبَیرؓ بن مُطْعِم سے نقل کی ہیں۔ ان میں سے تین بزرگ، یعنی حضرت عبداللہؓ بن مسعود، حضرت حُذَیفہؓ اور حضرت جُبَیرؓ بن مُطْعِم تصریح کرتے ہیں کہ وہ اس واقعے کے عینی شاہد ہیں۔ اور دو بزرگ ایسے ہیں جو اس کے عینی شاہد نہیں ہو سکتے، کیونکہ یہ ان میں سے ایک (یعنی عبداللہ بن عباسؓ) کی پیدائش سے پہلے کا واقعہ ہے، اور دوسرے (یعنی اَنَسؓ بن مالک) اُس وقت بچّے تھے۔ لیکن چونکہ یہ دونوں حضرات صحابی ہیں، اس لیے ظاہر ہے کہ انھوں نے ایسے سِنّ رسیدہ صحابیوں سے سُن کر ہی اسے روایت کیا ہوگا جو اس واقعے کا براہِ راست علم رکھتے تھے۔

تمام روایات کو جمع کرنے سے اِس کی جو تفصیلات معلوم ہوتی ہیں، وہ یہ ہیں کہ یہ ہجرت سے تقریباً ۵ سال پہلے کا واقعہ ہے۔ قمری مہینے کی چودھویں شب تھی۔ چاند ابھی ابھی طُلوع ہوا تھا۔ یکایک وہ پھٹا اور اس کا ایک ٹکڑا سامنے کی پہاڑی کے ایک طرف اور دوسرا ٹکڑا دوسری طرف نظر آیا۔ یہ کیفیت بس ایک ہی لحظہ رہی اور پھر دونوں ٹکڑے باہم جُڑ گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُس وقت مِنٰی میں تشریف فرما تھے۔ آپؐ نے لوگوں سے فرمایا: دیکھو اور گواہ رہو۔ کفّار نے کہا: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہم پر جادُو کر دیا تھا، اس لیے ہماری آنکھوں نے دھوکا کھایا۔ دوسرے لوگ بولے کہ محمدؐ ہم پر جادو کر سکتے تھے، تمام لوگوں پر تو نہیں کر سکتے تھے۔ باہر کے لوگوں کو آنے دو۔ اُن سے پوچھیں گے کہ یہ واقعہ انھوں نے بھی دیکھا ہے یا نہیں۔ باہر سے جب کچھ لوگ آئے تو انھوں نے شہادت دی کہ وہ بھی یہ منظر دیکھ چکے ہیں۔

بعض روایات جو حضرت اَنَسؓ سے مروی ہیں، ان کی بنا پر یہ غلط فہمی پیدا ہوتی ہے کہ شقّ القمر کا واقعہ ایک مرتبہ نہیں بلکہ دو مرتبہ پیش آیا تھا۔ لیکن اوّل تو صحابہؓ میں سے کسی اور نے یہ بات بیان نہیں کی ہے۔ دوسرے خود حضرت اَنَسؓ کی بھی بعض روایات میں مَرَّتَیْنِ (دو مرتبہ) کے الفاظ ہیں، اور بعض میں فِرقتین اور شقّتین (دو ٹکڑے) کے الفاظ۔ تیسرے یہ کہ قرآنِ مجید صرف ایک ہی اِنشقاق کا ذکر کرتا ہے۔ اس بنا پر صحیح بات یہی ہے کہ یہ واقعہ صرف ایک مرتبہ پیش آیا تھا۔ رہے وہ قصّے جو عوام میں مشہور ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنگلی سے چاند کی طرف اشارہ کیا اور وہ دو ٹکڑے ہو گیا، اور یہ کہ چاند کا ایک ٹکڑا حضورؐ کے گریبان میں داخل ہو کر آپؐ کی آستین سے نکل گیا، تو یہ بالکل ہی بے اصل ہیں۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس واقعے کی حقیقی نوعیّت کیا تھی؟ کیا یہ ایک معجزہ تھا جو کفّارِ مکّہ کے مطالبے

QuranUrdu.com

پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رسالت کے ثبوت میں دکھایا تھا؟ یا یہ ایک حادثہ تھا جو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے چاند میں پیش آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اُس کی طرف توجہ صرف اِس غرض کے لیے دلائی کہ یہ امکانِ قیامت اور قُربِ قیامت کی ایک نشانی ہے؟ علمائے اسلام کا ایک بڑا گروہ اِسے حضوؐر کے معجزات میں شمار کرتا ہے اور اُن کا خیال یہ ہے کہ کفار کے مطالبے پر یہ معجزہ دکھایا گیا تھا۔ لیکن اِس رائے کا مدار صرف بعض اُن رِوایات پر ہے جو حضرت اَنَسؓ سے مروی ہیں۔ اُن کے سوا کسی صحابی نے بھی یہ بات بیان نہیں کی ہے۔ فتح الباری میں ابنِ حَجَرؒ کہتے ہیں کہ "یہ قصّہ جتنے طریقوں سے منقول ہوا ہے، ان میں سے کسی میں بھی حضرت اَنَسؓ کی حدیث کے سوا یہ مضمون میری نگاہ سے نہیں گزرا کہ شق القمر کا واقعہ مشرکین کے مطالبے پر ہوا تھا۔" (باب انشقاق القمر) ایک روایت ابونُعَیم اصفہانی نے دلائل النبوۃ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے بھی اِس مضمون کی نقل کی ہے، مگر اس کی سند ضعیف ہے، اور قوی سندوں سے جتنی روایات کُتُبِ حدیث میں ابنِ عباسؓ سے منقول ہوئی ہیں، ان میں سے کسی میں بھی اس کا ذکر نہیں ہے۔ علاوہ بریں حضرت اَنَسؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ، دونوں اِس واقعے کے ہم عصر نہیں ہیں۔ بخلاف اس کے جو صحابہ اُس زمانے میں موجود تھے، حضرت عبداللہؓ بن مسعود، حضرت حُذَیفہؓ، حضرت جُبَیرؓ بن مُطْعِم، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، ان میں سے کسی نے بھی یہ نہیں کہا ہے کہ مشرکینِ مکہ نے حضوؐر کی صداقت کے ثبوت میں کسی نشانی کا مطالبہ کیا تھا اور اس پر شق القمر کا یہ معجزہ اُن کو دکھایا گیا۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ قرآنِ مجید خود بھی اس واقعے کو رسالتِ محمدی کی نہیں بلکہ قُربِ قیامت کی نشانی کے طور پر پیش کر رہا ہے۔ البتہ یہ اِس لحاظ سے حضوؐر کی صداقت کا ایک نمایاں ثبوت ضرور تھا کہ آپؐ نے قیامت کے آنے کی جو خبریں لوگوں کو دی تھیں، یہ واقعہ اُن کی تصدیق کر رہا تھا۔

معترضین اِس پر دو طرح کے اعتراضات کرتے ہیں: اوّل تو ان کے نزدیک ایسا ہونا ممکن ہی نہیں ہے کہ چاند جیسے عظیم کُرے کے دو ٹکڑے پھٹ کر الگ ہو جائیں اور سیکڑوں میل کے فاصلے تک ایک دوسرے سے دُور جانے کے بعد پھر باہم جُڑ جائیں۔ دوسرے، وہ کہتے ہیں کہ اگر ایسا ہوا ہوتا تو یہ واقعہ دنیا بھر میں مشہور ہو جاتا، تاریخوں میں اس کا ذکر آتا، اور علمِ نُجوم کی کتابوں میں اسے بیان کیا جاتا۔ لیکن درحقیقت یہ دونوں اعتراضات بے وزن ہیں۔ جہاں تک اس کے امکان کی بحث ہے، قدیم زمانے میں تو شاید وہ چل بھی سکتی تھی، لیکن موجودہ دَور میں سیّاروں کی ساخت کے متعلق انسان کو جو معلومات حاصل ہوئی ہیں، ان کی بنا پر یہ بات بالکل ممکن ہے کہ ایک کُرہ اپنے اندر کی آتش فشانی کے باعث پھٹ جائے اور اس زبردست انفجار سے اس کے دو ٹکڑے دُور تک چلے جائیں، اور پھر اپنے مرکز کی مِقناطیسی قوت کے سبب سے وہ ایک دوسرے کے ساتھ آملیں۔ رہا دوسرا اعتراض، تو وہ اس لیے بے وزن ہے کہ یہ واقعہ اچانک بس ایک لحظے کے لیے پیش آیا تھا۔ ضروری نہیں تھا کہ اُس خاص لمحے میں دنیا بھر کی نگاہیں چاند کی طرف لگی ہوئی ہوں۔ اس سے کوئی دھماکا نہیں ہوا تھا کہ لوگوں کی توجہ اس کی طرف مُنعَطِف ہوتی۔ پہلے سے کوئی اطلاع اُس کی نہ تھی کہ لوگ اس کے منتظر ہو کر آسمان کی طرف دیکھ رہے ہوتے۔ پُوری رُوئے زمین پر اُسے دیکھا

QuranUrdu.com

يُّعۡرِضُوۡا وَ يَقُوۡلُوۡا سِحۡرٌ مُّسۡتَمِرٌّ ﴿۲﴾ وَ كَذَّبُوۡا وَاتَّبَعُوۡۤا اَهۡوَآءَهُمۡ
وَكُلُّ اَمۡرٍ مُّسۡتَقِرٌّ ﴿۳﴾ وَ لَقَدۡ جَآءَهُمۡ مِّنَ الۡاَنۡۢبَآءِ مَا فِيۡهِ

مُنہ موڑ جاتے ہیں اور کہتے ہیں: یہ تو چلتا ہوا جادُو ہے[۲]۔ اِنھوں نے (اس کو بھی) جُھٹلا دیا اور اپنی خواہشاتِ نفس ہی کی پیروی کی[۳]۔ ہر معاملے کو آخر کار ایک انجام پر پہنچ کر رہنا ہے[۴]۔
اِن لوگوں کے سامنے (پچھلی قوموں کے) وہ حالات آ چکے ہیں جن میں سرکشی سے باز

بھی نہیں جا سکتا تھا، بلکہ صرف عرب اور اس کے مشرقی جانب کے مَمالک ہی میں اُس وقت چاند نکلا ہوا تھا۔ تاریخ نگاری کا ذوق اور فن بھی اُس وقت تک اتنا ترقی یافتہ نہ تھا کہ مشرقی مَمالک میں جن لوگوں نے اسے دیکھا ہوتا، وہ اسے ثبت کر لیتے، اور کسی مؤرّخ کے پاس یہ شہادتیں جمع ہوتیں اور وہ تاریخ کی کسی کتاب میں ان کو درج کر لیتا۔ تاہم مالا بار کی تاریخوں میں یہ ذکر آیا ہے کہ اُس رات وہاں کے ایک راجا نے یہ منظر دیکھا تھا۔ رہیں علمِ نُجوم کی کتابیں اور جنتریاں، تو ان میں اس کا ذکر آنا صرف اُس حالت میں ضروری تھا جب کہ چاند کی رفتار، اور اس کی گردش کے راستے، اور اس کے طُلوع وغُروب کے اوقات میں اس سے کوئی فرق واقع ہوا ہوتا۔ یہ صورت چونکہ پیش نہیں آئی، اس لیے قدیم زمانے کے اہلِ تنجیم کی توجہ اس کی طرف منعطف نہیں ہوئی۔ اُس زمانے میں رصد گاہیں اس حد تک ترقی یافتہ نہ تھیں کہ افلاک میں پیش آنے والے ہر واقعے کا نوٹس لیتیں اور اس کو ریکارڈ پر محفوظ کر لیتیں۔

۲ – اصل الفاظ ہیں: سِحۡرٌ مُّسۡتَمِرٌّ۔ اس کے کئی مطلب ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ معاذ اللہ، شب و روز کی جادُوگری کا جو سلسلہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے چلا رکھا ہے، یہ جادو بھی اسی میں سے ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ پکّا جادُو ہے، بڑی مہارت سے دکھایا گیا ہے۔ تیسرے یہ کہ جس طرح اور جادُو گزر گئے ہیں، یہ بھی گزر جائے گا، اس کا کوئی دیر پا اثر رہنے والا نہیں ہے۔

۳ – یعنی جو فیصلہ اِنھوں نے قیامت کو نہ ماننے کا کر رکھا ہے، اِس نشانی کو دیکھ کر بھی یہ اُسی پر جمے رہے۔ قیامت کو مان لینا چونکہ اِن کی خواہشاتِ نفس کے خلاف تھا، اِس لیے صریح مشاہدے کے بعد بھی یہ اُسے تسلیم کرنے پر راضی نہ ہوئے۔

۴ – مطلب یہ ہے کہ یہ سلسلہ بلا نہایت نہیں چل سکتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمھیں حق کی طرف بلاتے رہیں، اور تم ہٹ دھرمی کے ساتھ اپنے باطل پر جمے رہو، اور اُن کا حق پر ہونا اور تمھارا باطل پر ہونا کبھی ثابت نہ ہو۔ تمام معاملات آخرِ کار ایک انجام کو پہنچ کر رہتے ہیں، اِسی طرح تمھاری اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اِس کشمکش کا بھی لامحالہ ایک انجام ہے جس پر یہ پہنچ کر رہے گی۔ ایک وقت لازماً ایسا آنا ہے جب علی الاعلان یہ ثابت ہو جائے گا کہ وہ حق

QuranUrdu.com

مُزۡدَجَرٌ ۙ﴿۴﴾ حِكۡمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغۡنِ النُّذُرُ ۙ﴿۵﴾ فَتَوَلَّ
عَنۡهُمۡ ۘ يَوۡمَ يَدۡعُ الدَّاعِ اِلٰى شَىۡءٍ نُّكُرٍ ۙ﴿۶﴾ خُشَّعًا اَبۡصَارُهُمۡ وقف لازم
يَخۡرُجُوۡنَ مِنَ الۡاَجۡدَاثِ كَاَنَّهُمۡ جَرَادٌ مُّنۡتَشِرٌ ۙ﴿۷﴾
مُّهۡطِعِيۡنَ اِلَى الدَّاعِ ؕ يَقُوۡلُ الۡكٰفِرُوۡنَ هٰذَا يَوۡمٌ عَسِرٌ ﴿۸﴾

رکھنے کے لیے کافی سامانِ عبرت ہے اور ایسی حکمت جو نصیحت کے مقصد کو بدرجۂ اَتم پُورا کرتی ہے۔ مگر تنبیہات اِن پر کارگر نہیں ہوتیں۔ پس اَے نبیؐ! اِن سے رُخ پھیر لو۔[5] جس روز پکارنے والا ایک سخت ناگوار[6] چیز کی طرف پکارے گا، لوگ سہمی ہوئی نگاہوں کے ساتھ[7] اپنی قبروں[8] سے اِس طرح نکلیں گے گویا وہ بکھری ہوئی ٹڈّیاں ہیں۔ پکارنے والے کی طرف دوڑے جا رہے ہوں گے، اور وہی منکرین (جو دنیا میں اس کا انکار کرتے تھے) اُس وقت کہیں گے کہ یہ دن تو بڑا کٹھن ہے۔

پر تھے اور تم سراسر باطل کی پیروی کر رہے تھے۔ اِسی طرح حق پرست اپنی حق پرستی کا، اور باطل پرست اپنی باطل پرستی کا نتیجہ بھی ایک دن ضرور دیکھ کر رہیں گے۔

۵ — بالفاظِ دیگر اِنھیں اِن کے حال پر چھوڑ دو۔ جب اِنھیں زیادہ سے زیادہ معقول طریقے سے سمجھایا جا چکا ہے، اور انسانی تاریخ سے مثالیں دے کر بھی بتا دیا گیا ہے کہ انکارِ آخرت کے نتائج کیا ہیں اور رسولوں کی بات نہ ماننے کا کیا عبرت ناک انجام دوسری قومیں دیکھ چکی ہیں، پھر بھی یہ اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہیں آتے، تو اِنھیں اِسی حماقت میں پڑا رہنے دو۔ اب یہ اُسی وقت مانیں گے جب مرنے کے بعد قبروں سے نکل کر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ وہ قیامت واقعی برپا ہو گئی جس سے قبل از وقت خبردار کر کے راہِ راست اختیار کر لینے کا مشورہ اِنھیں دیا جا رہا تھا۔

۶ — دوسرا مطلب اَنجانی چیز بھی ہو سکتا ہے۔ یعنی ایسی چیز جو کبھی اُن کے سان گمان میں بھی نہ تھی، جس کا کوئی نقشہ اور کوئی تصوّر ان کے ذہن میں نہ تھا، جس کا کوئی اندازہ ہی وہ نہ کر سکتے تھے کہ یہ کچھ بھی کبھی پیش آ سکتا ہے۔

۷ — اصل الفاظ ہیں: خُشَّعًا اَبۡصَارُهُمۡ، یعنی اُن کی نگاہیں خُشوع کی حالت میں ہوں گی۔ اِس کے کئی مطلب ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ اُن پر خوف زدگی طاری ہو گی۔ دوسرے یہ کہ ذلّت اور ندامت اُن سے جھلک رہی ہو گی، کیونکہ قبروں سے نکلتے ہی انھیں محسوس ہو جائے گا کہ یہ وہی دوسری زندگی ہے جس کا ہم انکار کرتے تھے،

QuranUrdu.com

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ فَكَذَّبُوا عَبْدَنَا وَقَالُوا مَجْنُونٌ
وَّازْدُجِرَ ۝٩ فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ۝١٠ فَفَتَحْنَآ
اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ۝١١ وَّ فَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا
فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰٓى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ۝١٢ وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ
وَّدُسُرٍ ۝١٣ تَجْرِيْ بِاَعْيُنِنَا ۚ جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ ۝١٤

اِن سے پہلے نوحؑ کی قوم جھُٹلا چکی ہے۔[9] اُنھوں نے ہمارے بندے کو جھوٹا قرار دیا اور کہا کہ یہ دیوانہ ہے، اور وہ بُری طرح جھِڑکا گیا۔[10] آخر کار اُس نے اپنے رب کو پُکارا کہ "میں مغلوب ہو چکا، اب تُو اِن سے انتقام لے۔" تب ہم نے مُوسلا دھار بارش سے آسمان کے دروازے کھول دیے اور زمین کو پھاڑ کر چشموں میں تبدیل کر دیا،[11] اور یہ سارا پانی اُس کام کو پُورا کرنے کے لیے مل گیا جو مقدّر ہو چکا تھا، اور نوحؑ کو ہم نے ایک تختوں اور کیلوں[12] والی پر سوار کر دیا جو ہماری نگرانی میں چل رہی تھی۔ یہ تھا بدلہ اُس شخص کی خاطر جس کی ناقدری کی گئی تھی۔[13]

جس کے لیے کوئی تیاری کر کے ہم نہیں آئے ہیں، جس میں اب مجرم کی حیثیت سے ہمیں اپنے خدا کے سامنے پیش ہونا ہے۔ تیسرے یہ کہ وہ گھبرائے ہوئے اُس ہولناک منظر کو دیکھ رہے ہوں گے جو اُن کے سامنے ہوگا، اُس سے نظر ہٹانے کا اُنھیں ہوش نہ ہوگا۔

۸ - قبروں سے مراد وہی قبریں نہیں ہیں جن میں کسی شخص کو زمین کھود کر باقاعدہ دفن کیا گیا ہو۔ بلکہ جس جگہ بھی کوئی شخص مرا تھا، یا جہاں بھی اس کی خاک پڑی ہوئی تھی، وہیں سے وہ محشر کی طرف پکارنے والے کی ایک آواز پر اُٹھ کھڑا ہو گا۔

۹ - یعنی اِس خبر کو جھُٹلا چکی ہے کہ آخرت برپا ہونی ہے جس میں انسان کو اپنے اعمال کا حساب دینا ہو گا، اُس نبی کی نبوت کو جھُٹلا چکی ہے جو اپنی قوم کو اِس حقیقت سے آگاہ کر رہا تھا، اور نبی کی اُس تعلیم کو جھُٹلا چکی ہے جو یہ بتاتی تھی کہ آخرت کی باز پُرس میں کامیاب ہونے کے لیے لوگوں کو کیا عقیدہ اور کیا عمل اختیار کرنا چاہیے اور کس چیز سے بچنا چاہیے۔

QuranUrdu.com

وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَآ اٰيَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ⑮ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ
وَنُذُرِ ⑯ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ⑰

اُس کشتی کو ہم نے ایک نشانی بنا کر چھوڑ دیا[۱۴]، پھر کوئی ہے نصیحت قبول کرنے والا؟ دیکھ لو، کیسا تھا میرا عذاب، اور کیسی تھیں میری تنبیہات۔ ہم نے اِس قرآن کو نصیحت کے لیے آسان ذریعہ بنا دیا ہے[۱۵]، پھر کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟

۱۰- یعنی ان لوگوں نے محض نبی کی تکذیب ہی پر اکتفا نہ کیا، بلکہ اُلٹا اسے دیوانہ قرار دیا، اس کو دھمکیاں دیں، اس پر لعنت ملامت کی بوچھاڑ کی، اسے ڈانٹ ڈپٹ کر صداقت کی تبلیغ سے باز رکھنے کی کوشش کی، اور اس کا جینا دُوبھر کر دیا۔

۱۱- یعنی اللہ کے حکم سے زمین اِس طرح پھوٹ بہی کہ گویا وہ زمین نہ تھی بلکہ بس چشمے ہی چشمے تھے۔

۱۲- مراد ہے وہ کشتی جو طوفان کی آمد سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کی ہدایات کے مطابق حضرت نوحؑ نے بنالی تھی۔

۱۳- اصل الفاظ ہیں: جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ، یعنی "یہ سب کچھ اُس شخص کی خاطر بدلہ لینے کے لیے کیا گیا جس کا کفر کیا گیا تھا"۔ کفر اگر انکار کے معنیٰ میں ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ "جس کی بات ماننے سے انکار کیا گیا تھا"۔ اور اگر اسے کفرانِ نعمت کے معنیٰ میں لیا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ "جس کا وجود ایک نعمت تھا مگر اُس کی ناقدری کی گئی تھی"۔

۱۴- یہ معنیٰ بھی ہو سکتے ہیں کہ ہم نے اِس عقوبت کو ایک نشانِ عبرت بنا کر چھوڑ دیا۔ لیکن ہمارے نزدیک زیادہ قابلِ ترجیح معنیٰ یہ ہیں کہ اُس کشتی کو نشانِ عبرت بنا دیا گیا۔ ایک بلند و بالا پہاڑ پر اُس کا موجود ہونا سیکڑوں ہزاروں برس تک لوگوں کو خدا کے غضب سے خبردار کرتا رہا اور انھیں یاد دلاتا رہا کہ اِس سرزمین پر خدا کی نافرمانی کرنے والوں کی کیسی شامت آئی تھی اور ایمان لانے والوں کو کس طرح اُس سے بچایا گیا تھا۔ امام بخاریؒ، ابنِ ابی حاتم، عبدالرزّاق اور ابنِ جَریرؒ نے قَتَادَہؒ سے یہ رِوایات نقل کی ہیں کہ مسلمانوں کی فتحِ عراق و الجزیرہ کے زمانے میں یہ کشتی جُودی پر (اور ایک رِوایت کے مطابق باقِرْدیٰ نامی بستی کے قریب) موجود تھی اور ابتدائی دَور کے اہلِ اسلام نے اس کو دیکھا تھا۔ موجودہ زمانے میں بھی ہوائی جہازوں سے پرواز کرتے ہوئے بعض لوگوں نے اِس علاقے کی ایک چوٹی پر ایک کشتی نما چیز پڑی دیکھی ہے جس پر شبہ کیا جاتا ہے کہ وہ سفینۂ نوح ہے، اور اسی بنا پر وقتاً فوقتاً اس کی تلاش کے لیے مہمّات جاتی رہی ہیں۔ (مزید تفصیل کے لیے مُلاحظہ ہو: تفہیم القرآن، جلد دوم، الاعراف، حاشیہ ۴۷، ہود، حاشیہ ۴۶۔ جلد سوم، العنکبوت، حاشیہ ۲۵)

۱۵- بعض لوگوں نے يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ کے الفاظ سے یہ غلط مطلب نکال لیا ہے کہ قرآن ایک آسان

QuranUrdu.com

كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَ نُذُرِ ﴿١٨﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَا
عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ﴿١٩﴾ تَنْزِعُ النَّاسَ

عاد نے جھٹلایا، تو دیکھ لو کہ کیسا تھا میرا عذاب اور کیسی تھیں میری تنبیہات۔ ہم نے ایک پیہم نحوست کے دن سخت طوفانی ہوا اُن پر بھیج دی،[16] جو لوگوں کو اُٹھا اُٹھا کر اس طرح پھینک رہی تھی

کتاب ہے، اِسے سمجھنے کے لیے کسی علم کی ضرورت نہیں، حتّٰی کہ عربی زبان تک سے واقفیت کے بغیر جو شخص چاہے اِس کی تفسیر کر سکتا ہے، اور حدیث وفقہ سے بے نیاز ہو کر اُس کی آیات سے جو احکام چاہے مُستنبَط کر سکتا ہے۔ حالانکہ جس سیاق وسباق میں یہ الفاظ آئے ہیں، اُس کو نگاہ میں رکھ کر دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اِس ارشاد کا مدّعا لوگوں کو یہ سمجھانا ہے کہ نصیحت کا ایک ذریعہ تو ہیں وہ عبرتناک عذاب جو سرکش قوموں پر نازل ہوئے، اور دوسرا ذریعہ ہے یہ قرآن جو دلائل اور وعظ وتلقین سے تم کو سیدھا راستہ بتا رہا ہے۔ اُس ذریعے کے مقابلے میں نصیحت کا یہ ذریعہ زیادہ آسان ہے۔ پھر کیوں تم اِس سے فائدہ نہیں اُٹھاتے اور عذاب ہی دیکھنے پر اصرار کیے جاتے ہو؟ یہ تو سراسر اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اپنے نبی کے ذریعے سے یہ کتاب بھیج کر وہ تمھیں خبردار کر رہا ہے کہ جن راہوں پر تم لوگ جا رہے ہو وہ کس تباہی کی طرف جاتی ہیں اور تمھاری خیر کس راہ میں ہے۔ نصیحت کا یہ طریقہ اِسی لیے تو اختیار کیا گیا ہے کہ تباہی کے گڑھے میں گرنے سے پہلے تمھیں اُس سے بچا لیا جائے۔ اب اُس سے زیادہ نادان اور کون ہوگا جو سیدھی طرح سمجھانے سے نہ مانے اور گڑھے میں گر کر ہی یہ تسلیم کرے کہ واقعی یہ گڑھا تھا۔

۱۶ — یعنی ایک ایسے دن جس کی نحوست کئی روز تک مسلسل جاری رہی۔ سورۂ حٰمٓ السجدہ، آیت ۱۶ میں فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں، اور سورۂ اَلحاقّہ، آیت ۷ میں فرمایا گیا ہے کہ ہوا کا یہ طوفان مسلسل سات رات اور آٹھ دن جاری رہا۔ مشہور یہ ہے کہ جس دن یہ عذاب شروع ہوا وہ بُدھ کا دن تھا۔ اسی سے لوگوں میں یہ خیال پھیل گیا کہ بُدھ کا دن منحوس ہے اور کوئی کام اس دن شروع نہ کرنا چاہیے۔ بعض نہایت ضعیف احادیث بھی اس سلسلے میں نقل کی گئی ہیں، جن سے اِس دن کی نحوست کا عقیدہ عوام کے ذہن میں بیٹھ گیا ہے۔ مثلاً ابنِ مَرْدُوْیَہ اور خطیب بغدادی کی یہ رِوایَت کہ اٰخر اربعاء فی الشھر یوم نحس مستمر (مہینے کا آخری بدھ منحوس ہے جس کی نحوست مسلسل جاری رہتی ہے)۔ ابنِ جَوزیؒ اسے موضوع کہتے ہیں۔ ابنِ رجبؒ نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ حافظ سَخاوِیؒ کہتے ہیں کہ جتنے طریقوں سے یہ منقول ہوئی ہے، وہ سب واہی ہیں۔ اسی طرح طَبَرانی کی اس روایت کو بھی محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے کہ یوم الاربعاء یوم نحس مستمر (بدھ کا دن پیہم نحوست کا دن ہے)۔ بعض اور روایات میں یہ باتیں بھی مروی ہیں کہ بدھ کو سفر نہ کیا جائے، لین دین نہ کیا جائے، ناخن نہ کٹوائے جائیں، مریض کی عیادت نہ کی جائے، اور یہ کہ جُذام اور برص اِسی روز شروع ہوتے ہیں۔ مگر یہ تمام رِوایات ضعیف ہیں اور ان پر کسی عقیدے

QuranUrdu.com

كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ﴿۲۰﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِىْ وَنُذُرِ ﴿۲۱﴾ وَ
لَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۲۲﴾ع كَذَّبَتْ
ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ ﴿۲۳﴾ فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗۤ اِنَّاۤ اِذًا
لَّفِىْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ﴿۲۴﴾ ءَاُلْقِىَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْۢ بَيْنِنَا

ع ۲۲ ۸

جیسے وہ جڑ سے اُکھڑے ہوئے کھجور کے تنے ہوں۔ پس دیکھ لو کہ کیسا تھا میرا عذاب اور کیسی تھیں میری تنبیہات۔ ہم نے اِس قرآن کو نصیحت کے لیے آسان ذریعہ بنا دیا ہے، پھر کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟ ع

ثمود نے تنبیہات کو جھٹلایا اور کہنے لگے: "ایک اکیلا آدمی جو ہم ہی میں سے ہے، کیا اب ہم اُس کے پیچھے چلیں؟[17] اِس کا اتباع ہم قبول کرلیں تو اِس کے معنیٰ یہ ہوں گے کہ ہم بہک گئے ہیں اور ہماری عقل ماری گئی ہے۔ کیا ہمارے درمیان بس یہی ایک شخص تھا جس پر خدا کا ذکر نازل کیا گیا؟

کی بِنا نہیں رکھی جاسکتی۔ محقق مُناوِی کہتے ہیں: توقی الاربعاء علی جهة الطیرة وظن اعتقاد المنجمین حرام شدید التحریم، اذ الایام کلها للّٰه تعالیٰ، لا تنفع ولا تضر بذاتها، "بدفالی کے خیال سے بدھ کے دن کو منحوس سمجھ کر چھوڑنا اور نجومیوں کے سے اعتقادات اس باب میں رکھنا حرام، سخت حرام ہے، کیونکہ سارے دن اللہ کے ہیں، کوئی دن بذاتِ خود نہ نفع پہنچانے والا ہے نہ نقصان۔" علامہ آلوسیؒ کہتے ہیں: "سارے دن یکساں ہیں، بدھ کی کوئی تخصیص نہیں۔ رات دن میں کوئی گھڑی ایسی نہیں ہے جو کسی کے لیے اچھی اور کسی دوسرے کے لیے بُری نہ ہو۔ ہر وقت اللہ تعالیٰ کسی کے لیے موافق اور کسی کے لیے ناموافق حالات پیدا کرتا رہتا ہے"۔

۱۷ – بالفاظِ دیگر، حضرت صالحؑ کی پیروی سے ان کا انکار تین وجوہ سے تھا: ایک یہ کہ وہ بشر ہیں، انسانیت سے بالاتر نہیں ہیں کہ ہم اُن کی بڑائی مان لیں۔ دوسرے یہ کہ وہ ہماری اپنی ہی قوم کے ایک فرد ہیں، ہم پر ان کی فضیلت کی کوئی وجہ نہیں۔ تیسرے یہ کہ اکیلے ہیں، ہمارے عام آدمیوں میں سے ایک آدمی ہیں، کوئی بڑے سردار نہیں ہیں جس کے ساتھ کوئی بڑا جتھا ہو، لاؤ لشکر ہو، خدم و حشم ہوں، اور اس بنا پر ہم ان کی بڑائی تسلیم کرلیں۔ وہ چاہتے تھے کہ نبی یا تو کوئی فوق البشر ہستی ہو، یا اگر وہ انسان ہی ہو تو ہمارے اپنے ملک اور قوم میں پیدا نہ ہوا ہو، بلکہ کہیں اُوپر سے اُتر کر آئے یا باہر سے بھیجا جائے، اور اگر یہ بھی نہیں تو کم از کم اُسے کوئی رئیس ہونا چاہیے، جس کی غیر معمولی شان و شوکت

QuranUrdu.com

بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ ﴿۲۵﴾ سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ
الْاَشِرُ ﴿۲۶﴾ اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ
وَاصْطَبِرْ ﴿۲۷﴾ وَ نَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌۢ بَيْنَهُمْ ۚ كُلُّ شِرْبٍ
مُّحْتَضَرٌ ﴿۲۸﴾ فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ ﴿۲۹﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِىْ

نہیں، بلکہ یہ پرلے درجے کا جھُوٹا اور برخود غلط ہے۔[18]" (ہم نے اپنے پیغمبر سے کہا:) "کل ہی انھیں معلوم ہوا جاتا ہے کہ کون پرلے درجے کا جھُوٹا اور برخود غلط ہے۔ ہم اُونٹنی کو اِن کے لیے فتنہ بنا کر بھیج رہے ہیں۔ اب ذرا صبر کے ساتھ دیکھ کہ اِن کا کیا انجام ہوتا ہے۔ اِن کو جتا دے کہ پانی اِن کے اور اُونٹنی کے درمیان تقسیم ہوگا اور ہر ایک اپنی باری کے دن پانی پر آئے گا۔[19]" آخر کار اُن لوگوں نے اپنے آدمی کو پکارا اور اُس نے اِس کام کا بیڑا اُٹھایا اور اُونٹنی کو مار ڈالا۔[20] پھر دیکھ لو کہ کیسا تھا میرا عذاب

کی وجہ سے یہ مان لیا جائے کہ رہنمائی کے لیے خدا کی نظرِ انتخاب اس پر پڑی ہے۔ یہی وہ جہالت تھی جس میں کفّارِ مکّہ مبتلا تھے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت ماننے سے ان کا انکار بھی اسی بنیاد پر تھا کہ آپؐ بشر ہیں، عام آدمیوں کی طرح بازاروں میں چلتے پھرتے ہیں، کل ہمارے ہی درمیان پیدا ہوئے اور آج یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ مجھے خدا نے نبی بنایا ہے۔

۱۸ – اصل میں لفظ اَشِرٌ استعمال ہوا ہے، جس کے معنیٰ ہیں ایسا خود پسند اور برخود غلط شخص جس کے دماغ میں اپنی بڑائی کا سودا سما گیا ہو اور اس بنا پر وہ ڈینگیں مارتا ہو۔

۱۹ – یہ تشریح ہے اِس ارشاد کی کہ "ہم اُونٹنی کو ان کے لیے فتنہ بنا کر بھیج رہے ہیں۔" وہ فتنہ یہ تھا کہ یکایک ایک اُونٹنی لا کر ان کے سامنے کھڑی کر دی گئی اور ان سے کہہ دیا گیا کہ ایک دن یہ اکیلی پانی پیے گی اور دوسرے دن تم سب لوگ اپنے لیے اور اپنے جانوروں کے لیے پانی لے سکو گے۔ اُس کی باری کے دن تم میں سے کوئی شخص کسی چشمے اور کنویں پر نہ خود پانی لینے کے لیے آئے، نہ اپنے جانوروں کو پلانے کے لیے لائے۔ یہ چیلنج اُس شخص کی طرف سے دیا گیا تھا جس کے متعلق وہ خود کہتے تھے کہ یہ کوئی لاؤ لشکر نہیں رکھتا، نہ کوئی بڑا جتھا اس کی پُشت پر ہے۔

۲۰ – اِن الفاظ سے خود بخود یہ صورت حال مُتَرَشّح ہوتی ہے کہ وہ اُونٹنی ایک مدّت تک اُن کی بستیوں میں دندناتی پھری۔ اس کی باری کے دن کسی کو پانی پر آنے کی ہمّت نہ ہوتی تھی۔ آخر کار اپنی قوم کے ایک من چلے سردار کو انھوں نے پکارا کہ تُو بڑا جری اور بے باک آدمی ہے، بات بات پر آستینیں چڑھا کر مارنے اور مرنے کے لیے تیار

QuranUrdu.com

وَ نُذُرِ ﴿۳۰﴾ اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنَا عَلَیۡہِمۡ صَیۡحَۃً وَّاحِدَۃً فَکَانُوۡا کَہَشِیۡمِ
الۡمُحۡتَظِرِ ﴿۳۱﴾ وَ لَقَدۡ یَسَّرۡنَا الۡقُرۡاٰنَ لِلذِّکۡرِ فَہَلۡ مِنۡ مُّدَّکِرٍ ﴿۳۲﴾
کَذَّبَتۡ قَوۡمُ لُوۡطٍۭ بِالنُّذُرِ ﴿۳۳﴾ اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنَا عَلَیۡہِمۡ حَاصِبًا اِلَّاۤ اٰلَ
لُوۡطٍ ؕ نَجَّیۡنٰہُمۡ بِسَحَرٍ ﴿ۙ۳۴﴾ نِّعۡمَۃً مِّنۡ عِنۡدِنَا ؕ کَذٰلِکَ نَجۡزِیۡ مَنۡ
شَکَرَ ﴿۳۵﴾ وَ لَقَدۡ اَنۡذَرَہُمۡ بَطۡشَتَنَا فَتَمَارَوۡا بِالنُّذُرِ ﴿۳۶﴾

اور کیسی تھیں میری تنبیہات۔ ہم نے اُن پر بس ایک ہی دھما کا چھوڑا اور وہ باڑے والے کی روندی ہوئی باڑھ کی طرح بُھس ہو کر رہ گئے[21]۔ ہم نے اِس قرآن کو نصیحت کے لیے آسان ذریعہ بنا دیا ہے، اب ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟

لُوط کی قوم نے تنبیہات کو جُھٹلایا اور ہم نے پتھراؤ کرنے والی ہوا اس پر بھیج دی۔ صرف لُوط کے گھر والے اُس سے محفوظ رہے۔ اُن کو ہم نے اپنے فضل سے رات کے پچھلے پہر بچا کر نکال دیا۔ یہ جزا دیتے ہیں ہم ہر اُس شخص کو جو شکر گزار ہوتا ہے۔ لُوط نے اپنی قوم کے لوگوں کو ہماری پکڑ سے خبردار کیا، مگر وہ ساری تنبیہات کو مشکوک سمجھ کر باتوں میں اُڑاتے رہے۔

ہو جاتا ہے، ذرا ہمّت کر کے اِس اُونٹنی کا قصہ بھی پاک کر دکھا۔ اُن کے بڑھاوے چڑھاوے دینے پر اُس نے یہ مہم سر کرنے کا بیڑا اُٹھالیا اور اُونٹنی کو مار ڈالا۔ اِس کے صاف معنٰی یہ ہیں کہ وہ لوگ اس اُونٹنی سے سخت مرعوب تھے، ان کو یہ احساس تھا کہ اس کی پُشت پر کوئی غیر معمولی طاقت ہے، اس پر ہاتھ ڈالتے ہوئے وہ ڈرتے تھے، اور اِسی بنا پر محض ایک اُونٹنی کو مار ڈالنا، ایسی حالت میں بھی جب کہ اُس کے پیش کرنے والے پیغمبر کے پاس کوئی فوج نہ تھی جس کا انھیں ڈر ہوتا، اُن کے لیے ایک بڑی مہم سر کرنے کا ہم معنٰی تھا۔ (مزید تفصیل کے لیے مُلاحظہ ہو: تفہیم القرآن، جلد دوم، الاعراف، حاشیہ ۵۸۔ جلد سوم، الشُّعَراء، حاشیہ ۱۰۴-۱۰۵)

۲۱- جو لوگ مویشی پالتے ہیں وہ اپنے جانوروں کے باڑے کو محفوظ کرنے کے لیے لکڑیوں اور جھاڑیوں کی ایک باڑھ بنا دیتے ہیں۔ اِس باڑھ کی جھاڑیاں رفتہ رفتہ سُوکھ کر جھڑ جاتی ہیں اور جانوروں کی آمد و رفت سے پامال ہو کر اُن کا بُرادہ بن جاتا ہے۔ قومِ ثمود کی کُچلی ہوئی بوسیدہ لاشوں کو اسی بُرادے سے تشبیہ دی گئی ہے۔

QuranUrdu.com

وَ لَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ فَطَمَسْنَاۤ اَعْيُنَهُمْ فَذُوْقُوْا
عَذَابِیْ وَ نُذُرِ ﴿۳۷﴾ وَ لَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ ﴿۳۸﴾
فَذُوْقُوْا عَذَابِیْ وَ نُذُرِ ﴿۳۹﴾ وَ لَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ
فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۴۰﴾ ع وَ لَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ﴿۴۱﴾
كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا كُلِّهَا فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِیْزٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿۴۲﴾

ع ۲ / ۸ / ۹

پھر انھوں نے اُسے اپنے مہمانوں کی حفاظت سے باز رکھنے کی کوشش کی۔ آخر کار ہم نے اُن کی آنکھیں موند دیں کہ چکھو اب میرے عذاب اور میری تنبیہات کا مزا۔[۲۲] صبح سویرے ہی ایک اٹل عذاب نے ان کو آلیا۔ چکھو مزا اب میرے عذاب کا اور میری تنبیہات کا۔ ہم نے اِس قرآن کو نصیحت کے لیے آسان ذریعہ بنا دیا ہے، پس ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟ ع

اور آلِ فرعون کے پاس بھی تنبیہات آئی تھیں، مگر انھوں نے ہماری ساری نشانیوں کو جھٹلا دیا۔ آخر کو ہم نے انھیں پکڑا جس طرح کوئی زبردست قدرت والا پکڑتا ہے۔

---

۲۲ – اس قصّے کی تفصیلات سورۂ ہود (آیات ۷۷ تا ۸۳) اور سورۂ حِجر (آیات ۶۱ تا ۷۴) میں گزر چکی ہیں۔ خلاصہ ان کا یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر عذاب بھیجنے کا فیصلہ فرمایا تو چند فرشتوں کو نہایت خوبصورت لڑکوں کی شکل میں حضرت لُوطؑ کے ہاں مہمان کے طور پر بھیج دیا۔ ان کی قوم کے لوگوں نے جب دیکھا کہ اُن کے ہاں ایسے خوبصورت مہمان آئے ہیں تو وہ ان کے گھر پر چڑھ دوڑے اور ان سے مطالبہ کیا کہ وہ اپنے ان مہمانوں کو بدکاری کے لیے ان کے حوالے کر دیں۔ حضرت لُوطؑ نے ان کی بے انتہا منت سماجت کی کہ وہ اس ذلیل حرکت سے باز رہیں، مگر وہ نہ مانے اور گھر میں گُھس کر زبردستی مہمانوں کو نکال لینے کی کوشش کی۔ اس آخری مرحلے پر یکایک ان کی آنکھیں اندھی ہوگئیں۔ پھر فرشتوں نے حضرت لُوطؑ سے کہا کہ وہ اور ان کے گھر والے صبح ہونے سے پہلے اس بستی سے نکل جائیں، اور ان کے نکلتے ہی اس قوم پر ایک ہولناک عذاب نازل ہوگیا۔ بائبل میں بھی یہ واقعہ اسی طرح بیان کیا گیا ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں: ”تب وہ اُس مرد یعنی لُوطؑ پر پل پڑے اور نزدیک آئے، تاکہ کواڑ توڑ ڈالیں۔ لیکن اُن مَردوں (یعنی فرشتوں) نے اپنے ہاتھ بڑھا کر لوطؑ کو اپنے پاس گھر میں کھینچ لیا اور دروازہ بند کر دیا اور ان مَردوں کو جو گھر

QuranUrdu.com

اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِي الزُّبُرِ ﴿۴۳﴾ ج
اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ ﴿۴۴﴾ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَ
يُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ﴿۴۵﴾ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَ السَّاعَةُ
اَدْهٰى وَ اَمَرُّ ﴿۴۶﴾ اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ ضَلٰلٍ وَّ سُعُرٍ ﴿۴۷﴾ يَوْمَ وقف لازم
يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ط ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ﴿۴۸﴾

کیا تمھارے کُفّار کچھ اُن لوگوں سے بہتر ہیں؟[۲۳] یا آسمانی کتابوں میں تمھارے لیے کوئی معافی لکھی ہوئی ہے؟ یا اِن لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ ہم ایک مضبوط جتّھا ہیں، اپنا بچاؤ کرلیں گے؟ عنقریب یہ جتّھا شکست کھا جائے گا اور یہ سب پیٹھ پھیر کر بھاگتے نظر آئیں گے۔[۲۴] بلکہ اِن سے نمٹنے کے لیے اصل وعدے کا وقت تو قیامت ہے اور وہ بڑی آفت اور زیادہ تلخ ساعت ہے۔ یہ مجرم لوگ درحقیقت غلط فہمی میں مُبتلا ہیں اور اِن کی عقل ماری گئی ہے۔ جس روز یہ منہ کے بل آگ میں گھسیٹے جائیں گے، اُس روز اِن سے کہا جائے گا کہ اب چکھو جہنّم کی لپَٹ کا مزا۔

کے دروازے پر تھے، کیا چھوٹے کیا بڑے، اندھا کر دیا۔ سو وہ دروازہ ڈھونڈتے ڈھونڈتے تھک گئے۔" (پیدایش، 19:9-11)

۲۳ – خطاب ہے قریش کے لوگوں سے۔ مطلب یہ ہے کہ تم میں آخر کیا خوبی ہے، کون سے لعل تمھارے لٹکے ہوئے ہیں کہ جس کفر اور تکذیب اور ہٹ دھرمی کی رَوِش پر دوسری قوموں کو سزا دی جا چکی ہے، وہی روش تم اختیار کرو تو تمھیں سزا نہ دی جائے؟

۲۴ – یہ صریح پیش گوئی ہے جو ہجرت سے پانچ سال پہلے کر دی گئی تھی کہ قریش کی جمعیت، جس کی طاقت کا اُنھیں بڑا زُعم تھا، عنقریب مسلمانوں سے شکست کھا جائے گی۔ اُس وقت کوئی شخص یہ تصور تک نہ کر سکتا تھا کہ مستقبل قریب میں یہ انقلاب کیسے ہوگا۔ مسلمانوں کی بے بسی کا حال یہ تھا کہ ان میں سے ایک گروہ ملک چھوڑ کر حَبَش میں پناہ گزین ہو چکا تھا، اور باقی ماندہ اہلِ ایمان شِعْبِ ابی طالب میں محصور تھے، جنھیں قریش کے مقاطعے

QuranUrdu.com

اِنَّا كُلَّ شَیۡءٍ خَلَقۡنٰهُ بِقَدَرٍ ﴿۴۹﴾ وَ مَاۤ اَمۡرُنَاۤ اِلَّا وَاحِدَةٌ
كَلَمۡحٍۭ بِالۡبَصَرِ ﴿۵۰﴾ وَ لَقَدۡ اَهۡلَكۡنَاۤ اَشۡيَاعَكُمۡ فَهَلۡ مِنۡ مُّدَّكِرٍ ﴿۵۱﴾ وَ كُلُّ
شَیۡءٍ فَعَلُوۡهُ فِی الزُّبُرِ ﴿۵۲﴾ وَ كُلُّ صَغِيۡرٍ وَّ كَبِيۡرٍ مُّسۡتَطَرٌ ﴿۵۳﴾

ہم نے ہر چیز ایک تقدیر کے ساتھ پیدا کی ہے،[۲۵] اور ہمارا حکم بس ایک ہی حکم ہوتا ہے اور پلک جھپکاتے وہ عمل میں آ جاتا ہے۔[۲۶] تم جیسے بہت سوں کو ہم ہلاک کر چکے ہیں،[۲۷] پھر ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟ جو کچھ اِنھوں نے کیا ہے وہ سب دفتروں میں درج ہے اور ہر چھوٹی بڑی بات لکھی ہوئی موجود ہے۔[۲۸]

اور محاصرے نے بھوکوں مار دیا تھا۔ اس حالت میں کون یہ سمجھ سکتا تھا کہ سات ہی برس کے اندر نقشہ بدل جانے والا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے شاگرد عِکْرِمَہ کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: جب سورۂ قمر کی یہ آیت نازل ہوئی تو میں حیران تھا کہ آخر یہ کون سی جمعیت ہے جو شکست کھائے گی؟ مگر جب جنگِ بدر میں کفّار شکست کھا کر بھاگ رہے تھے، اُس وقت مَیں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زرہ پہنے ہوئے آگے کی طرف جھپٹ رہے ہیں اور آپؐ کی زبانِ مبارک پر یہ الفاظ جاری ہیں کہ سَيُهۡزَمُ الۡجَمۡعُ وَيُوَلُّوۡنَ الدُّبُرَ، تب میری سمجھ میں آیا کہ یہ تھی وہ ہزیمت جس کی خبر دی گئی تھی۔ (ابنِ جَرِیر، ابنِ ابی حاتم)

۲۵ – یعنی دنیا کی کوئی چیز بھی اَلَل ٹَپ نہیں پیدا کر دی گئی ہے، بلکہ ہر چیز کی ایک تقدیر ہے جس کے مطابق وہ ایک مقرر وقت پر بنتی ہے، ایک خاص شکل اختیار کرتی ہے، ایک خاص حد تک نَشْو ونُما پاتی ہے، ایک خاص مدّت تک باقی رہتی ہے، اور ایک خاص وقت پر ختم ہو جاتی ہے۔ اِسی عالمگیر ضابطے کے مطابق خود اِس دنیا کی بھی ایک تقدیر ہے جس کے مطابق ایک وقتِ خاص تک یہ چل رہی ہے اور ایک وقتِ خاص ہی پر اِسے ختم ہونا ہے۔ جو وقت اِس کے خاتمے کے لیے مقرر کر دیا گیا ہے، نہ اُس سے ایک گھڑی پہلے یہ ختم ہوگی، نہ اس کے ایک گھڑی بعد یہ باقی رہے گی۔ یہ نہ اَزَلی و اَبَدی ہے کہ ہمیشہ سے ہو اور ہمیشہ قائم رہے، اور نہ کسی بچے کا کھلونا ہے کہ جب تم کہو اُسی وقت وہ اسے توڑ پھوڑ کر دکھا دے۔

۲۶ – یعنی قیامت برپا کرنے کے لیے ہمیں کوئی بڑی تیاری نہیں کرنی ہوگی اور نہ اسے لانے میں کوئی بڑی مدت صَرف ہوگی۔ ہماری طرف سے بس ایک حکم صادر ہونے کی دیر ہے۔ اُس کے صادر ہوتے ہی پلک جھپکاتے وہ برپا ہو جائے گی۔

QuranUrdu.com

اِنَّ الۡمُتَّقِیۡنَ فِیۡ جَنّٰتٍ وَّ نَهَرٍۙ ۝۵۴ فِیۡ مَقۡعَدِ صِدۡقٍ عِنۡدَ مَلِیۡكٍ مُّقۡتَدِرٍ ۝۵۵ ع

ع ۳ ۱۵

نافرمانی سے پرہیز کرنے والے یقیناً باغوں اور نہروں میں ہوں گے، سچّی عزّت کی جگہ، بڑے ذی اقتدار بادشاہ کے قریب۔ ع

۲۷ – یعنی اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ کسی خدائے حکیم و عادل کی خدائی نہیں بلکہ کسی اندھے راجا کی چوپٹ نگری ہے جس میں آدمی جو کچھ چاہے کرتا پھرے، کوئی اس سے باز پُرس کرنے والا نہیں ہے، تو تمھاری آنکھیں کھولنے کے لیے انسانی تاریخ موجود ہے، جس میں اِسی روش پر چلنے والی قومیں پے در پے تباہ کی جاتی رہی ہیں۔

۲۸ – یعنی یہ لوگ اس غلط فہمی میں بھی نہ رہیں کہ اِن کا کیا دھرا کہیں غائب ہو گیا ہے۔ نہیں، ہر شخص، ہر گروہ اور ہر قوم کا پُورا پُورا ریکارڈ محفوظ ہے اور اپنے وقت پر وہ سامنے آ جائے گا۔